قرآنی سیاق میں اطاعتِ رسول ﷺ: استدلال اور اسالیب

Obedience to the Prophet (PBUH) in the Quranic Context Reasoning and Methodologies

Dr. Hajira Mariam
Lecturer, Lahore College for Women University, Lahore
Email: hj_mariam@hotmail.com
Dr. Zill e Huma
Assistant Professor Lahore College for Women University (LCWU), Lahore
Email: huma_ahsan77@yahoo.com

Abstract

This study examines the intricate relationship between divine sovereignty and prophetic authority as articulated in the Quran, with particular focus on its sophisticated rhetorical framework regarding obedience to Prophet Muhammad ﷺ. The research analyzes the Quranic methodology in establishing this theological paradigm through its distinctive linguistic and argumentative techniques. The divine text utilizes multiple rhetorical devices, incorporating prescriptive injunctions, didactic exposition, and illustrative narratives, to establish the theological necessity of prophetic adherence.Through systematic analysis of select Quranic verses, this study demonstrates the text's methodological approach in presenting prophetic obedience not merely as a religious obligation, but as an integral component of divine guidance leading to spiritual and temporal success. The research examines the Quran's multifaceted argumentative structure that establishes this theological premise through various pedagogical approaches, rendering its message universally comprehensible while maintaining its doctrinal depth. Furthermore, the study investigates the Quranic discourse on the ramifications of prophetic disobedience, analyzing its impact on both individual spiritual development and collective societal harmony. This analytical examination reveals the Quran's sophisticated articulation of the Prophet's foundational role in divine guidance, demonstrating the contemporary relevance and applicability of prophetic teachings in addressing modern human challenges.

Keywords: Quranic Rhetoric, Prophetic Obedience, Divine Authority, Quranic Methodology ,Islamic Compliance

تمہید:

یہ دنیا دارالامتحان ہے اور انسان کی تخلیق کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اس دارِ فانی میں ایسے اعمال کرے جس سے وہ اپنے رب کی رضا کو پا سکے۔ قرآن نے ایمان کے ساتھ عمل صالح پر ابھارا ہے تاکہ انسان جنت کو حاصل کر سکے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسول بھیجے۔ محض عقل کی کسوٹی پر ان کو نہیں چھوڑا گیا۔ نبوت کے سلسلے میں آخری نبی، حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان کو تمام انسانیت کے لیے مشعلِ راہ بنایا۔ عمل کی قبولیت کی شرائط میں سے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ انہی ﷺ کے طریقے کی پیروی کی جائے۔ اعمال حسنہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اطاعت رسول ﷺ مطابق ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے کا ذریعہ بھی یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی جائے، ان کی سنتوں پر عمل کیا جائے اور بدعات سے اجتناب کیا جائے۔ رسول ﷺ کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ ایسا نہیں ہے، جس پر چل کر انسان کامیاب ہو سکے۔ دنیا اور آخرت کی فلاح اطاعت رسول ﷺ میں مضمر ہے۔

قرآن مجید میں اطاعتِ رسول ﷺ کے نظائر:

قرآن میں جا بجا اطاعت رسول ﷺ کا حکم دیا گیا ہے اور ہر جگہ نئے رنگ اور نئے زاد یہ نگاہ کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں گوناگوں اسالیب سے اطاعت رسول ﷺ پر ابھارا گیا ہے۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللَّهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا"[1]

ترجمہ: "اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو لوٹاؤ اس کو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت تقاضائے ایمان ہے۔ جو شخص ایمان کا مدعی ہو تو پھر ہر معاملے میں اسے اپنی خواہشات کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو حرز جان بنانا ہوگا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ فصیح و بلیغ کلام ہے، جو اسرار و حکم کا خزینہ اور رموز کا گنجینہ ہے۔ ایک ایک آیت میں فصاحت و بلاغت کی جلوہ آرائی ہوتی ہے۔ اس آیت میں بھی محض اطاعت رسول ﷺ کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ دوبار اطیعوا کو فعل لایا گیا جس سے مقصود رسول ﷺ کا اعزاز و اکرام ہے۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام

قرطبی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

" وفي طاعة الله طاعة رسوله ولكنه ذكره تشريفا لقدره وتنويها باسمه صلى الله عليه وسلم وعلى آله."[2]

ترجمہ: " اللہ کی اطاعت میں رسول کی اطاعت شامل تھی لیکن اس کو اس لیے الگ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جس سے رسول اللہ ﷺ کے لیے عزت اور اکرام پیدا ہو گیا ہے۔"

تصویبات فی فہم بعض الآیات کے مصنف اطیعو الفظ کو کرلانے کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

" ان طاعة الله وطاعة رسوله مستقلتان، وكلا منهما تكون وحدة خاصة، ومجموعة محددة ، فأصبحتا طاعتين وكيانين و مظهرين و حقيقتين، بينهما تداخل و اتصال و ارتباط، لذلك كرر فعل الامر فيهما فقال: اطيعوا الله واطيعوا الرسول فتكرار فعل الأمر يوحى بأنهما طاعتان متكاملتان."[3]

ترجمہ: " بے شک اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت دونوں مستقل اطاعتیں ہیں۔ اور دونوں میں سے ہر ایک وحدت اور خاص مجموعہ ہے جس کے بعد یہ دو اطاعتیں دو شکلیں، دو صورتیں اور دو حقیقتیں بن جاتی۔ ہیں مگر ان دونوں میں باہمی ربط واتصال موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت میں فعل اطیعوا کو دوبارہ لایا گیا ہے اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کہا گیا ہے۔ اس تکرار فعل میں اشارہ ہے کہ وہ دونوں اطاعتیں اپنی اپنی جگہ مکمل الرسول میں ہیں۔"

قرآن نے اس حقیقت کو بھی دوسرے مقام پر واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ یہ دونوں اطاعتیں ایک ہی اطاعت کے دورخ اور دو پہلو ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسری کے لیے متقی ہے۔ گویا ایک کا وجود دوسرے کو مستلزم ہے اور ایک کا عدم دوسرے کا عدم ہے۔

گویا رسول کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مترادف ہے۔ کیونکہ رسول کی حیثیت مبلغ کی ہوتی ہے جو لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ وہ خود بھی اللہ کے حکم کا پابند ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی اللہ کے حکم کا پابند بناتا ہے۔ اسی لیے اللہ کی اطاعت نبی کی اطاعت ہے۔ جو نبی کی اطاعت سے انحراف کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی اطاعت کا منکر ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح قرآن حجت ہے، اسی طرح سنت بھی حجت کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا دونوں پر عمل لازم وملزوم ہے۔

اس آیت میں یہ حکمت بھی ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت غیر مشروط ہے اور اولی الامر کی اطاعت معروف سے مشروط کر دی گئی ہے کیونکہ منکر میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

سید قطب شہید اس سلسلے میں نقل کرتے ہیں:

" وفي هذا النص القصير يبين الله سبحانه شرط الايمان وحد الاسلام في الوقت الذي يبين فيه قاعدة النظام الأساسي في الجماعة المسلمة وقاعدة حكم و مصدر السلطان."[4]

ترجمہ: "قرآن کی اس مختصر عبارت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط، اسلام کے حدود اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا بنیادی اصول واضح کر دیا ہے اور حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کی اساس بھی نمایاں کی ہے۔"

مندرجہ بالا آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ اس سے پہلے امانت داری اور عدل و انصاف کا حکم دیا گیا اور پھر اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے علاوہ معروف کاموں میں اولی الامر کی اطاعت ضروری قرار دی گئی ہے۔ پھر ان میں اختلاف کی صورت میں قرآن و سنت کو مرجع قرار دیا کہ اپنے ہر اختلاف اور جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہر حال میں غیر مشروط طور پر واجب ہے۔ گویا اس آیت میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ اختلافات کا حل اس وقت ممکن ہے جب اللہ تعالی اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے ورنہ معاشرے کو سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں کو قبول کرلے، ورنہ اس کا ایمان باطل ہے۔

قرآن کی ایک ہی آیت کے اندر کسی خاص بات کے علاوہ اس کے کئی متعلقات ہوتے ہیں جو غور و فکر کے بعد سمجھ میں آتے ہیں۔ امام رازی اس آیت کی ایک اور حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وأولى الأمر منكم يدل عندنا على أن اجماع الأمة حجة ."[5]

ترجمہ: "ہمارے نزدیک "اولی الامر منکم" (تم میں سے جو صاحب اختیار ہیں) کے الفاظ اس امر کی دلالت کرتے ہیں کہ اجماع امت حجت ہے۔"

آیت مذکورہ سے اجماع امت کے حجت ہونے کا استدلال یوں کیا گیا ہے کہ جب اولی الامر کے ہر اس حکم کی اطاعت کی جائے گی جو معروف پر مبنی ہو گا۔ اور یہ اطاعت واجب ہو گی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن و سنت کے بعد اجماع امت بھی واجب التعمیل ہونے کی وجہ سے حجت بن گیا۔ اور اس کی پیروی لازمی ٹھہری اور اس سے انحراف گمراہی قرار پائی۔

پھر ان دو اطاعتوں کو اسلوب امر میں ایک ہی فعل اطاعت کے ساتھ ذکر کیا گیا اور ساتھ ہی اس کی حکمت بتادی کہ اس کے نتیجے میں لوگ اللہ کی رحمت کے مستحق ہوں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"واطيعوا الله والرسول لعلكم ترحمون"[6]

ترجمہ: "اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ اس سے ما قبل سود کی حرمت و ممانعت اور غزوہ احد کا ذکر ہے۔ اس سیاق کلام میں یہ حکم دیا گیا کہ سود سے بچنے اور جہاد کرنے میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ شریعت کے تمام اوامر ونواہی کی پابندی سے ہی رحمتِ الٰہی کا استحقاق حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں فلاح و سرفرازی صرف انہی کا مقدر بن سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ورنہ نافرمانی کر کے انسان اللہ کے قہر و غضب اور عذاب کا مستحق ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں اطاعت رسول کے فائدے کو اجاگر کیا گیا ہے کہ جو لوگ اطاعتِ رسول ﷺ کرتے ہیں تو گویا وہ رحمت الٰہی کو پا لیتے ہیں۔ ادھر اللہ کی رحمت سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ عذاب سے بچا لیے جاتے ہیں جیسے تفسیر طبری میں ہے

"الترحمو فلا تعذبوا"[7]

ترجمہ: "تاکہ تم پر رحم کیا جائے یعنی تم کو عذاب نہ دیا جائے۔"

گویا دنیا میں بھی ان کی حالت درست ہوتی ہے اور آخرت میں بھی ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزا دی جائے گی۔

اس آیت میں حکمت کا پہلو یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص نیکی کرتا۔ ہے تو اللہ تعالی اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی نیکی اور عمل صالح نہیں ہو سکتا۔ لہذا جب کوئی شخص اس اطاعت کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف اس سے راضی ہو جاتا۔ ہے بلکہ اسے اپنی خاص رحمت سے بھی نوازتا ہے۔

سید قطب شہید اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

" وهو أمر عام بالطاعة لله والرسول، وتعليق الرحمة بهذه الطاعة العامة ولكن للتعقيب به على النهى عن الربا دلالة خاصة. هي أنه لا طاعة لله وللرسول في مجتمع يقوم على النظام الربوى ولا طاعة الله و للرسول في قلب ياكل الربا في صورة من صورة . وهكذا يكون ذلك التعقيب توكيدا بعد توكيد. وذلك فوق العلاقة الخاصة بين أحداث المعركة التي خولف فيها امر رسول الله صلى الله عليه وسلم. وبين الامر بالطاعة لله وللرسول، بوصفها وسيلة الفلاح،وموضع الرجاء فيه۔"[8]

ترجمہ: "ہر چیز کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا یہ عام حکم ہے اور اس اطاعت پر رحمت مبنی ہے۔ مگر سود کی ممانعت کے بعد اس حکم کی آمد کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرے میں سودی نظام جاری ہو، اس معاشرے میں اللہ اور

اس کے رسول کی اطاعت نہیں کی جارہی اور جو انسان سود کسی بھی شکل میں کھارہاہے، اس کا دل اطاعت الہیٰ سے خالی ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ فقرہ ایک تاکید مزید ہے۔ مزید یہ کہ جنگ کے دوران ہی رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی۔ اس لیے واضح کر دیا گیا کہ فلاح وکامرانی کا مدار ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر ہے۔"

گویا اسلامی معاشرے میں سودی نظام کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سراسر حرام ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف ہے۔ گویا اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں محرمات بچیں خواہ ان میں عارضی فائدہ نظر آئے اور طبیعت کا میلان بھی اس کی طرف ہو۔ ایمان کا منشاء اور مقصود یہی ہے کہ انسانی زندگی کی اساس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر رکھی جائے۔ کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرکے کامیابی تو کجا محض خسارے ہی کا سودا ہے جس سے ایک مومن کو بہر حال اجتناب کرنا چاہیے۔

اس کے بعد پھر سے اطاعتِ رسول ﷺ کی ترغیب دیتے ہوئے بیانیہ اسلوب میں فرمایا گیا۔

" ومن يطع الله وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن النبيّينَ وَالصَّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا "[9]

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبر داری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔"

آیت مذکورہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کا یہ صلہ بتایا گیاہے کہ ان کو آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالی کا انعام یافتہ گروہ ہے۔

اس آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ اس سے قبل منافقین کا ذکر ہے جو ایمان کے مدعی تھے مگر اپنے مقدمات کا فیصلہ اللہ کے نبی ﷺ کی عدالت میں پیش کرنے کے بجائے یہودی علما اور سرداروں سے کراتے تھے تاکہ رشوت اور سفارش کے ذریعے اپنا من پسند فیصلہ حاصل کر سکیں۔ اس پر ان کو تنبیہ کی گئی کہ اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات و قضایا رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں لے جایا کریں اور آپ ﷺ کے ہر فیصلے کو بسر و چشم تسلیم کیا کریں۔ اس بارے میں دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں ورنہ ان کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس آیت میں اطاعت رسول ﷺ کی رغبت دلائی گئی ہے اور سمجھایا گیاہے کہ جو لوگ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے تو ان کو آخرت میں اللہ تعالی اپنے

انعام یافتہ گروہ کی رفاقت و معیت نصیب فرمائیں گے اور یہ لوگ جنت کے عیش و آرام کی ابدی زندگی سے ہم کنار ہوں گے۔ گویا اس میں ترغیب و تحریض دی گئی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی جائے کیونکہ یہی ان اعلیٰ درجات میں داخل ہونے کی بنیاد ہے۔

دوسری حکمت اس آیت میں یہ بھی مستور ہے کہ لوگوں کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے۔ قربِ الہیٰ کے لحاظ سے چار درجات ہیں۔ پہلا درجہ نبوت کا، دوسرا صدیقیت کا، تیسرا شہادت اور چوتھا صالحیت کا ہے۔ اور اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ جنت میں لوگوں کے درجات ان کے اعمال کے مطابق ہوں گے، اور ہر انسان کو اس کے عمل کے لحاظ سے جنت میں مقام و مرتبہ دیا جائے گا۔

گویا اسلامی معاشرے میں سودی نظام کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سراسر حرام ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف ہے۔ گویا اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں محرمات بچیں خواہ ان میں عارضی فائدہ نظر آئے اور طبیعت کا میلان بھی اس کی طرف ہو۔ ایمان کا منشاء اور مقصود یہی ہے کہ انسانی زندگی کی اساس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر رکھی جائے۔ کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کر کے کامیابی تو کجا محض خسارے ہی کا سودا ہے جس سے ایک مومن کو بہر حال اجتناب کرنا چاہیے۔

پھر قرآن میں یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ رسول ﷺ کی اطاعت کرنا در حقیقت اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ فرمانِ الہیٰ ہے۔

" ومن يطع الرسول فقد أطاع الله "[10]

ترجمہ: "جس نے رسول کی اطاعت کرو، بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

مذکورہ بالا آیات کی پچھلی آیات سے ربط و مناسبت یہ ہے کہ اس آیت کو اطاعتِ الہیٰ والرسول کو تاکید کے لیے لایا گیا ہے۔ اس میں منافقین کی چالوں اور سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے اور ان پر تعریض کی گئی ہے کہ وہ رسول کی اطاعت کریں کیونکہ جب تک اطاعتِ رسول موجود نہ ہو، اطاعتِ الہیٰ بھی معدوم ہوتی ہے۔ اطاعتِ رسول نہ کرنے والے دراصل اپنی خواہشات و شہوات کی پیروی کرتے ہیں اور یہ منافقین کا وطیرہ ہے، مخلصین کا شیوہ نہیں۔

اس آیت میں دوسری حکمت یہ پائی جاتی ہے کہ اس سے عصمت رسول ﷺ ثابت ہوتی ہے کہ جب رسول ﷺ کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت دونوں مساوی حیثیت اور درجے میں آ گئیں تو جس طرح اللہ تعالی کے

احکام بے خطا اور بے عیب ہیں بعینہ رسول اللہ ﷺ کے احکام ھی خطا اور عیب سے مبرا ہو گئے اور یہی دلیل ہے عصمت رسول ﷺ کی جس کی طرف امام رازی نے واضح طور پر اشارہ کر دیا ہے:

"من يطع الرسول فقد أطاع الله من أقوى الدلائل على أنه معصوم في جميع الأوامر والنواهي و في كل ما يبلغه عن الله، لأنه لو أخطأ في شيء منها لم تكن طاعته طاعة الله و ايضا وجب أن يكون معصوما في جميع أفعاله."[11]

ترجمہ:"من يطع الرسول فقه اطاع الله (جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کر لی تو اس نے اللہ کی اطاعت کر لی) میں اس امر کی ایک بہت بڑی دلیل پنہاں ہے کہ رسول ﷺ اپنے تمام اوامر و نواہی میں اور اس پیغام خداوندی میں جو وہ عام لوگوں تک پہنچاتے ہیں معصوم عن الخطاہیں۔ کیونکہ اگر آپ ﷺ نے کسی معاملے میں بھی خطا کے مرتکب ہوتے تو آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سے تعبیر نہ کیا جاتا۔ پھر اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ نبی ﷺ اپنے تمام افعال میں بھی معصوم عن الخطاہیں۔"

اس آیت میں تیسری حکمت یہ موجود ہے کہ اس کے ذریعے منافقین کے طرز عمل کی تردید ہو جاتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعتوں میں تفریق اور جدائی روا رکھتے ہیں۔

ابن عاشور اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"من يطع الرسول فقد اطاع الله عن توهم السامعين التفرقة بين الله و رسوله في امور التشريع، فاثبت ان الرسول في تبليغه انما يبلغ عن الله، فأمره امر الله ، ونهيه نهى الله، وطاعته طاعة الله."[12]

ترجمہ:"من يطع الرسول فقد اطاع الله (جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی) کی عبارت ان لوگوں کے وہم و گمان کا ازالہ کر دیتی ہے جو شریعت کے معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں تفریق اور جدائی کے قائل ہیں۔ پھر اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ جن باتوں کی تبلیغ فرماتے ہیں وہ تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہوتی ہیں۔ گویا آپ ﷺ کا ہر امر اللہ کا امر ہے اور آپ کی ہر نہی اللہ کی نہی ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت میں فرق و امتیاز کرنا چاہتے ہیں ان کی غلط فہمی کو دور کیا گیا کہ حقیقت میں ان دونوں اطاعتوں میں تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ بلکہ ان میں باہم توافق اور تطابق ہے جو ان کو ایک ہی حقیقت میں ڈھال دیتا ہے۔ اس کے بعد اطاعت رسول ﷺ کے مضمون کو تصریف کے اسلوب میں اسوہ حسنہ قرار دے کر اس کی پیروی کو لازم ٹھہرایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "[13]

ترجمہ: "بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

اس آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ غزوہ احزاب میں مشرکین کا بہت بڑا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہے۔ اس نازک موقع پر منافقین نے جھوٹی افواہوں کے ذریعے عام مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی۔ منافقین نے مسلمانوں کو ڈرایا کہ اب کفار مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور اسلام کمزور ہو جائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو مقابلے میں کھڑا ہونے کی بجائے شکست کو تسلیم کر لینا چاہیے اور کفار کی من مانی شرائط پر صلح کر لینی چاہیے۔ لیکن مخلص مسلمانوں پر منافقین کے پروپیگنڈے کا بالکل اثر نہ ہوا۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی موقع پر غیر معمولی استقامت دکھائی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے سینہ پر ہو گئے۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے رسول ﷺ کا طرز عمل ہی اسوہ حسنہ ہے جس کی پیروی کی جانی چاہیے۔ کفر کے آگے جھکنا نہیں چاہیے بلکہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ غیر اللہ سے خوف کھانے کی بجائے صرف اللہ تعالی سے ڈرنا چاہیے۔ اس کی تائید و نصرت پر توکل کرنا چاہیے اور جہاد جاری رکھنا چاہیے۔ پھر اس اسوہ حسنہ کی ترکیب لانے میں حکمت یہ ہے کہ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنی پوری زندگی کے لیے نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں۔

چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

" هذه الآية الكريمة اصل كبير في التاسي برسول الله ﷺ في أقواله و أفعاله وأحواله، ولهذا أمر الناس بالتاسي بالنبي ﷺ يوم الاحزاب. في صبره و مصابرتة و مر ابطته و مجاهدتة و انتظاره الفرج من ربه عزوجل، صلوات الله وسلامه عليه دائما الى يوم الدين، ولهذا قال تعالى للذين تقلقوا و تضجروا و تزلزلوا واضطر بواقي امرهم يوم الاحزاب: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة اى: هلا اقتديتم به و تاسيتم بشمائله ."[14]

ترجمہ: "یہ آیت اس اعتبار سے بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ نبی ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال کی پیروی ضروری ہے۔ اس لیے اللہ تعالی نے لوگوں کو غزوہ احزاب کے موقع پر اس آیت کے ذریعے حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کی پیروی کریں جو اس سلسلے میں آپ ﷺ نے صبر کیا، دوسروں کو صبر کی تلقین فرمائی، جہاد میں حصہ لیا اور محنت و مشقت اٹھائی اور اللہ تعالی سے کشادگی اور بھلائی کی امید رکھی۔ پھر اللہ تعالی نے ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا جو اس خطرے کی گھڑی میں گھبرا گئے، پریشان ہوئے اور متزلزل ہو گئے کہ تمہارے لیے رسول ﷺ بہترین نمونہ ہیں

توتم نے کیوں ان کی اقتدا نہیں کی اور ان کے کاموں کی پیروی نہیں کی۔"

گویا نبی ﷺ کی ذات عملی پیکر ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں ان کی اقتداء کریں۔ اس آیت میں بالخصوص منافقین کو سمجھایا جارہا ہے کہ اگر وہ اسلام کے مدعی ہیں تو ان کو ہر معاملے میں رسول اللہ کے قول وفعل کی اقتدا کرنی چاہیے۔ آیت میں اسوۃ" کالفظ استعمال کیا گیا ہے۔اس کے بارے میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

" الأُسوة والإِسوة كالقدوة والقدوة ، وهي الحالة التي يكون الانسان عليها في اتباع غيره ان حسنا وان قبيحا، وان سارا وان ضاراً، ولهذا قال تعالى : لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة فوصفها بالحسنة."[15]

ترجمہ:"اُسوہ اور اِسوہ بالکل قدوہ اور قدوۃ کی طرح ہیں۔اس سے مراد وہ حالت ہے جب کوئی انسان اچھائی یا برائی میں یا خوشی اور ناخوشی میں دوسرے کی پیروی کرتا ہے۔اس لیے اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو حسنہ کی صفت کے ساتھ بیان کیا ہے تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔"

گویا منافقین ہر حال اور ہر معاملے میں نبی ﷺ کو اپنا اسوہ حسنہ بنائیں۔ ان کی طرف سے اب تک جو کوتاہی اور تقصیر ہوئی ہے اس کی نہ صرف آئندہ تلافی کریں بلکہ مخلص مسلمانوں کی طرح نبی ﷺ کی حیات طیبہ کو اپنے لیے نمونہ عمل بنائیں۔ اس میں ان کے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ تاہم اس میں اہل ایمان کو بھی بالواسطہ تلقین کی گئی ہے کہ ان کا ہر عمل بھی سنت مطہرہ کے مطابق ہونا چاہیے۔ گویا اس آیت میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے جس لائحہ عمل، طریق حیات اور عملی ہونے کی ضرورت ہے وہ رسول ﷺ کی حیات طیبہ میں رکھ دیا گیا ہے۔

اس آیت میں ایک اور بلیغ نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں مجرد اطاعت کا لفظ لانے کی بجائے لانے کی بجائے **اسوۃ حسنۃ** کی ترکیب لائی گئی ہے جس سے بلاغت کا پہلو نمایاں ہو گیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ لفظ اطاعت صرف ایک فعل یا کام کے لیے بھی آتا ہے اور زیادہ افعال اور کاموں میں فرماں برداری کو بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ **اسوۃ حسنۃ** زندگی کے ہر معاملے میں انفرادی اور اجتماع سطح پر ایک ایسا کامل نمونہ عمل اور ضابطہ حیات ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی ایک فعل اور معاملہ بھی اس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو **اسوۃ حسنۃ** کی ترکیب اطاعت کے لفظ سے زیادہ بلیغ بلکہ ابلغ ہے جو یہاں استعمال کی گئی ہے۔اور یہی قرآن کا اعجاز ہے کہ اس جگہ محدود معانی کے حامل لفظ کی بجائے زیادہ فصیح وبلیغ ترکیب لائی گئی ہے۔

سورۃ الحشر میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہر امر و نہی کی اطاعت اور پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا"[16]

ترجمہ: "اور جو کچھ تم کو اللہ کا رسول دے اس کو لے لو، اور جس چیز سے منع کرے، اس سے باز آجاؤ۔"

اس آیت کا سیاق کلام مال فئے کی تقسیم سے متعلق ہے جو یہودی قبیلہ بنو نضیر سے بغیر معرکہ لڑے حاصل ہوا تھا۔ چونکہ مال فئے کی تقسیم عام مال غنیمت کی تقسیم سے مختلف ہے اور یہ سراسر رسول ﷺ کا صوابدیدی اختیار تھا۔ اس لیے بعض لوگوں کو مال فئے کی تقسیم پر اشکال ہوا۔ اس کے ازالے کے لیے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اس مال فئے میں سے جو کچھ دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے، رک جاؤ۔ اس کی اختیار کردہ تقسیم پر معترض نہ ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی نے یہ عبارت قلم بند کی ہے:

"و الاية وإن كانت في الغنائم فجميع اوامره ﷺ ونواهيه دخل فيها ."[17]

اگر مذکورہ آیت غنائم کے بارے میں ہے مگر اس میں نبی ﷺ کے تمام اوامر ونواہی شامل ہیں۔"

گویا نبی ﷺ کے ہر فیصلے پر **آمنا و صدقنا** کا طرز عمل اپنانا چاہیے ۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے تمام اوامر ونواہی کی پابندی کی جائے اور آپ ﷺ کی نافرمانی کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ اس آیت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ صرف اللہ تعالی کے احکام کی اطاعت ہی لازمی نہیں ہے بلکہ رسول ﷺ کا ہر حکم خواہ اس کا تعلق امر سے ہے یا نہی سے دونوں حالتوں میں واجب العمل ہوتا ہے، خواہ اس کی دلیل قرآن سے ملتی ہو یا نہ ملتی ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرح رسول اللہ ﷺ ابھی مستقل بالذات مطاع ہیں۔ کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کی سنت کا صرف وہی حکم ماننا ضروری ہے جو قرآن سے ثابت ہو بلکہ نبی بذاتہ مطاع ہونے کی وجہ سے اپنے ہر امر دینی میں قرآن کی تائید و تصویب کا محتاج نہیں ہے۔ مثال کے طور کے ب سنت کی رو سے مردوں کے لیے ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے جبکہ اس کی کوئی دلیل قرآن سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کے باوجود یہ حکم شرعی ہے جو واجب التعمیل اور حجت ہے۔

قرآن مجید نے اطاعت رسول ﷺ کو بیانیہ اسلوب میں ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے۔

" وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيناً "[18]

ترجمہ: "کسی مومن مرد اور مومن عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

اس آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ جب مشیتِ الٰہی سے نبی ﷺ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حادثہ سے کرنے کا فیصلہ کیا تو حضرت زینب کے بھائی عبد اللہ نے اس رشتے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ وہ اسے اپنے نجی معاملہ سمجھتے تھے اور شرعی پابندی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لیکن اللہ و رسول ﷺ کو یہی منظور تھا کہ آقا غلام کی تفریق کو مٹا کر مساوات انسانی کا درس دیا جائے۔ بعد ازاں جب حضرت زینبؓ کے بھائی کو معلوم ہوا کہ اس نکاح کا فیصلہ اللہ و رسول ﷺ کر چکے ہیں تو انہوں نے بھی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ و رسول ﷺ کے ہر فیصلے کو بسر و چشم قبول کرنا چاہیے اور اس بارے میں انکار نہیں کرنا چاہیے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے-

" هذه الآية عامة في جميع الأمور، وذلك انه حكم الله ورسوله بشيء ، فليس لأحد مخالفته ولا اختيار لأحد هاهنا ، ولا رأى ولا قول "[19]

ترجمہ: "یہ آیت تمام امور میں حکم عام کا درجہ رکھتی ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اس کی مخالفت جائز نہیں اور نہ کسی کے پاس اس کے بارے میں کوئی اختیار باقی رہ جاتا ہے نہ کسی رائے زنی کا اور نہ قول کا۔"

اس آیت کی حکمت یہ ہے کہ دنیوی معاملات میں بھی اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پہلے کوئی فیصلہ کر دیں تو اس فیصلہ کی پابندی ایسے ہی ہوگی جیسے تشریعی امور میں لازمی ہوتی ہے۔ یہی ہر مومن کے ایمان کا تقاضا بھی ہے کہ وہ ہر معاملے میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرے، ہر فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ اس آیت میں حکمت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ جو وزن، قوت اور حکمیت اللہ تعالیٰ کی کسی حکم کی ہوتی ہے وہی وزن، قوت اور حکمیت رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بھی ہوگی۔

مذمتِ معصیتِ رسول ﷺ:

مثبت اور ایجابی انداز میں اطاعت رسول ﷺ کا ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی اور جہنم کے عذاب سے ڈرایا گیا جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں۔ اس حوالے سے ذیل میں چند آیات دی جارہی ہیں۔ جو اپنے اندر ترغیب و ترہیب کے دونوں پہلو سموئے ہوئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" تلكَ حُدُودُ اللهِ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ"[20]

ترجمہ: "یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اور اس کے رسول کی، اللہ تعالیٰ اس کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقرر حدوں سے آگے نکلے، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے اہانت کرنے والا عذاب ہے۔ "

ان آیات سے پہلے اللہ سبحانہ نے مسلمانوں کو یتیموں سے حسن سلوک، وصیت اور وراثت سے متعلق احکام دیئے ہیں اور اب ان کے بعد فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ان احکامات میں اطاعت کریں گے تو آخرت میں وہ جنت کے باغوں میں داخل ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے برعکس جو لوگ اللہ تعالی اواس کے رسول ﷺ کے ان واضح احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو وہ آخرت میں دوزخ کا ذلت ناک عذاب ہیں گے۔ یہ آیت اپنے اندر عموم رکھتی ہے جیسا کہ تفسیر المنیر میں ہے۔

" ومن يطع الله باتباع ما شرعه من الدين و انزله على رسوله الكريم. ويطع الرسول باتباع ما بلغ به عن ربه من احكام و آيات، فطاعة الرسول طاعة الله"[21]

ترجمہ: "**ومن یطع اللہ** (اور جو کوئی اللہ کی اطاعت کرے) سے مراد ہے دین کے احکام اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل کی، ان سب کی اتباع اور پیروی کرنا۔ **ومن یطع الرسول** سے مراد ان احکام و آیات کی اتباع اور پیروی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے لوگوں کو پہنچائے۔ لہذا رسول ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ "

اس آیت میں حکمت یہ ہے کہ اس میں ترغیب و ترہیب دونوں کا اسلوب اختیار کر کے انسان کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔ انسان کو باور کرایا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکموں بالخصوص وراثت کے احکام کی پاسداری کریں۔ یہ اللہ تعالی کی حدود ہیں جنہیں اپنے مفاد یا غیر اہم جان کر پامال نہیں کرنا چاہیے۔ مومن کی شان یہی ہے کہ وہ معاشرتی اور عائلی قوانین میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبر داری کرے۔ دوسروں کو ان کے حقوق دینے میں لیت و لعل سے کام نہ لے۔ ان احکامات اور قوانین پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف معاشرہ پر امن ہوتا ہے بلکہ انسان آخرت میں اپنی منزل مقصود یعنی جنت کو پالیتا ہے۔ بالفاظ دیگر جو ان حدود سے تجاوز کرے گا تو پھر وہ اپنے عمل کی سزا جہنم کی صورت میں پائے گا۔ دوسری حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ حقوق العباد میں کوتاہی نہ کی جائے۔ ان کو بھی حقوق اللہ کے برابر بندہ اہمیت اور وقعت دے کیونکہ حقوق العباد بھی اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کے مقرر کردہ ہیں جن کی خلاف ورزی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کے

مترادف ہے۔

پھر شرطیہ اسلوب بیان میں اسی مضمون کو یوں بیان کیا گیا:

”وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً“[22]

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ “

اس آیت میں بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے روکا گیا اور نافرمانوں کا برا انجام بتایا گیا۔ قرآن میں اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم انذار و تعمیر کے اسلوب میں بھی بار بار آیا ہے۔ کیونکہ انسانی نفسیات ہے کہ وہ انعام کی طمع میں اور سزا کے خوف سے بہت سے ایسے کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ جو اس کی طبیعت پر گراں گزرتے ہیں۔

علاوہ ازیں اطاعت رسول ﷺ ایمان بالرسل کا لازمی جزو ہے جس کے بغیر انسانیت گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتی رہے گی۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خالق اور منعم کو پہچانے، جس نے اسے پیدا کیا اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ یہ پہچان صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب رسول کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے کا ذریعہ رسول ہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا پیغام عام بندوں تک پہنچاتا ہے۔ رسول کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی دنیا اور آخرت کی فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں رسول کی نافرمانی کا اخروی انجام بتادیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ مکہ میں نبی ﷺ جب بھی کفار و مشرکین کو قرآن سناتے تو وہ ہجوم کر کے آجاتے، شور و غل مچاتے، آپ ﷺ کو پریشان کرتے۔ ان کو قرآن اور نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو وہ اس کا انکار کرتے۔ توحید کا پیغام سنایا جاتا تو وہ اور چڑتے اور شرک میں مزید پختہ ہو جاتے۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

”و من يعص الله فيما أمره ونهاه، ويكذب به ورسوله، فجحد رسالاته، فان له نار جهنم يصلونها“[23]

ترجمہ: ”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ی ﷺ کو جھٹلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کا انکار کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ڈالے جائیں گے۔ “

گویا اس آیت میں ایسے معاندین کفار کو متنبہ کیا گیا کہ اگر وہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت و تبلیغ سے روکتے رہیں گے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی بجائے مخالفت اور عناد کا راستہ اختیار کریں گے تو آخرت میں انہیں جہنم کی

آگ میں جھونکا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ ذلت واہانت والے عذاب میں رہیں گے۔

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ"[24]

ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (ان کی نافرمانی کرکے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔"

اس آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ اس سے ماقبل کفار کے خلاف جہاد کا ذکر آیا اور بتایا گیا کہ منافق مختلف حیلے بہانوں کے ذریعے جہاد سے بھاگتے تھے۔ تو واضح کر دیا گیا کہ اللہ کی نظر میں ان کے اعمال کی کوئی وقعت نہیں۔ اس کے کفر اور نفاق کی وجہ سے ان کے اعمال بالکل ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں ان کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ وہ کسی بھی حکم دین کو خواہ وہ جہاد سے تعلق ہو، اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت کے جذبے سے سرانجام دیں۔ لیکن اگر ریاکاری، نفاق، گناہ، یاد نیاوی مفاد یا احسان جتلا کر کوئی کام کیا تو عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کی ساری محنت اکارت جائے گی۔

اس آیت میں اعمال کے برباد ہونے کی وعید کا ذکر ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے سرتابی کرتا ہے تو اس کی تمام عمر کے کیے ہوئے نیک اعمال برباد ہو جائیں گے۔ اس آیت میں یہ حکمت ہے کہ انسان زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ جو اللہ سبحانہ اور نبی ﷺ کے احکام کی اطاعت پر منحصر ہے۔ لہذا جس شخص نے ہر معاملے میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کی تو گویا اس کی زندگی کا ہر عمل رائیگاں ہے۔ عمل صرف وہی قابل قبول ہے جو اطاعتِ الٰہیٰ اور اطاعت رسول کے دائرے کے اندر ہو۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے ریاکاری، فخر و غرور، نفاق، احسان جتلانے سے اور کفر وارتداد سے بچے ورنہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ سورۃ آل عمران میں اسلوبِ تخویف و تحذیر میں اطاعتِ رسول کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

" قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ"[25]

ترجمہ:"آپ کہہ دیجئے، اطاعت کرو اللہ کی اور طاعت کر رسول ﷺ کی اور اگر تم اعراض کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

یہ آیت اس سیاق کلام کے ساتھ آئی ہے کہ یہودیوں کی طرف سے نبی ﷺ کی مخالفت جاری تھی۔ ان کے گمان کے مطابق نبوت ورسالت صرف بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور کوئی غیر اسرائیلی شخص نبوت و رسالت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح وہ قرآن کو بھی منزل من اللہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ان کے باوصف وہ اپنے آپ کو اللہ تعالی کے بیٹے اور چہیتے سمجھتے تھے۔ یہود کے علاوہ نصاری اور مشرکین بھی اللہ کے مقرب اور محبوب

ہونے کا دعویٰ کرتے تھے تو اس آیت میں ان پر تعریض کی گئی کہ یہ ان کی خام خیالی ہے۔ اگر یہ سچے دل سے ایمان قبول کرتے ہیں اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو دنیا و آخرت میں فلاح پائیں گے ورنہ یہ کافر ہی کہلائے جائیں گے۔

یہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ہے کہ وہ ایک ہی مضمون اور عنوان کو کئی پہلوؤں سے واضح کرتا ہے۔ اطاعت رسول ﷺ کے بارے میں بھی اس نے اپنے اس انداز کو برقرار رکھا ہے اور کہیں اس کی خلاف ورزی پر جہنم کی وعید سنائی ہے کہیں ایک اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ ظاہر کیا ہے اور کہیں اسے کفر سے تعبیر کیا ہے۔

اسی آیت میں ایک حکمت یہ ہے کہ رسول کے پر نہ صرف ایمان لانا ضروری ہے بلکہ اس کی اطاعت بھی واجب ہے۔ ملائک، عبادات اور معاملات کے جملہ امور میں رسول ﷺ کی اطاعت ناگزیر ہے۔ جو شخص اللہ کے رسول کے طریقے اور صلح کی مخالفت کرے تو گویا وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور ایسے لوگ رحمت خداوندی سے یکسر محروم کے جاتے ہیں۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ کا محبوب بننے کے لیے اطاعت رسول ناگزیر ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

" قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا اي : خالفوا عن امره فان الله لا يحب الكافرون فدل على ان مخالفة في الطريقة كفر، والله لا يحب من اتصف بذلك، وان ادعى وزعم في نفسه انه بجب الله ويتقرب اليه، حتى يتابع الرسول النبي الأمي خاتم الرسل. "[26]

ترجمہ:" **قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا**(کہہ دیجئے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو)۔ پھر اگر تم پھر جاؤ یعنی اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کرو تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے راستے کی مخالفت کرنا کفر ہے اور اللہ ایسے برے وصف والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ شخص اپنے بارے میں یہ دعوی کرے اور گمان رکھے کہ وہ اللہ کا پسندیدہ انسان ہے اور اسے قربِ الہیٰ حاصل ہے۔ لیکن وہ اپنے دعوے میں اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا جب تک حضرت محمد ﷺ، امی نبی اور آخری رسول کی اتباع نہ کرے۔"

گویا جو شخص ایمان باللہ اور محبت الٰہی کا دعوی کرے تو وہ اس وقت تک صادق القول نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت نہ کرے۔ اسی طرح وہ آدمی کفرانِ نعمت کا مرتکب ہو جاتا ہے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے گریزاں ہو۔

پھر اسلوب سلبی میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرایا گیا۔

" وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيراً. "[27]

ترجمہ: "جو شخص باوجود راہ ہدایت کی وضاحت ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر

چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ وہ بہت ہی بری جگہ ہے پہنچنے کی۔"

اس آیت کے سیاق کلام میں ایک چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جو چوری کا مرتکب ہوا اور پھر سزا کے خوف سے مکہ بھاگ کر مشرکین سے جا ملا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اقبال جرم کر لیتا، توبہ استغفار کرتا مگر اس نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور اہل ایمان کے صحیح راستے کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اپنایا۔ اس مضمون میں حکمت یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد نبی ﷺ کی اطاعت نہ کرنے اور آپ کے مخالفت کرنے اور عداوت برتنے کا انجام دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب جہنم ہے۔ لہٰذا طریق ہدایت کو بنانے کے لیے اطاعت رسول ﷺ ضروری ہے جس کا نتیجہ آخرت میں حصول جنت کی صورت میں نکلے گا۔

دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ اس مقام پر نبی اکرم ﷺ کی عصمت کو بیان کیا گیا ہے۔

امام رازی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

" دلت هذه الآية على وجوب عصمة محمد الله ﷺ عن جميع الذنوب، والدليل عليه انه لو صدر عنه ذنب لجاز منعه، وكل من منع غيره عن فعل يفعله كان مشاقاله، لأن كل واحد منهما يكون في شق غير الشق الذي يكون الآخر فيه، فثبت أنه لو صدر الذنب عن الرسول لوجبت مشاقته لكن مشاقته محرمة بهذه الآية فوجب أن لا يصدر الذنب عنه ."[28]

ترجمہ: "یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت محمد ﷺ ہر قسم کے گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔ اگر آپ ﷺ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس سے منع کیا جاتا۔ جو شخص نبی ﷺ کی منع کی ہوئی چیز کے خلاف کام کرتا ہے آپ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے۔ اس طرح وہ ایک طرف ہو جاتا ہے اور نبی ﷺ دوسری طرف ہو جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر آپ ﷺ سے کوئی گناہ صادر ہوتا تو اس کی مخالفت واجب ہوتی لیکن اس آیت میں نبی ﷺ کی مخالفت حرام قرار دی گئی ہے اس لیے کہ آپ ﷺ سے کسی گناہ کا کبھی صدور نہیں ہوا۔"

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ میں سے کسی ایک کے حکم کی مخالفت کرنے وعید کے اسلوب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

" إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ"[29]

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی جو مخالفت کرتے ہیں، یہ لوگ بڑی ذلت والوں میں ہیں۔"

اس آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ اس سے پہلے منافقین کا ذکر ہے جو کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لے کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ ان کا وطیرہ تھا کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے، مال و اولاد پر فخر و غرور کرتے اور

مسلمانوں اور دین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اس آیت میں انہی منافقین کو تنبیہ کی گئی کہ وہ اپنی ان حرکات شنیعہ سے باز آجائیں۔ اگر وہ اپنی یہ روش نہیں بدلیں گے اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے رہیں گے تو اللہ تعالی انہیں ان کے نفاق کے بسبب دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کر دیں گے۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ جو منافقین دنیا میں اپنے جھوٹے وقار کی خاطر منافقت کا رویہ اختیار کیے ہوئے تھے تو ان کو متنبہ کیا گیا کہ نفاق کے ذریعے حاصل کی گئی جھوٹی عزت انتہائی ذلت و رسوائی میں تبدیل ہو جائے گی۔ کیونکہ عزت دینے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ جسے عزت دے، اسے عزت ملتی ہے اور جسے وہ ذلیل کرنا چاہیے، اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ گویا اس آیت میں تصریح کر دی گئی کہ جو کفر و معاصی یا نفاق کے ذریعے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا تو اس کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کی دنیا اور آخرت میں کوئی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ عزت، کامیابی اور غلبہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری کی راہ اختیار کرتے ہیں، مخالفت نہیں کرتے۔

پھر اسی مضمون کو امر کے اسلوب میں دو اور مقامات پر دہرایا گیا۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

" وأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ"[30]

ترجمہ: "اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو۔ اگر تم نے نافرمانی کی تو یاد رکھو، رسول کا کام واضح پہنچا دینا ہے، آگے حساب لینا اللہ کا کام ہے۔"

سورۃ التغابن میں فرمان الٰہی ہے:

" وأطيعوا الله وأَطِيعُوا الرَّسُول فإن توليتم فإنما على رسولنا البلاغ المبين"

ترجمہ "اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ لیکن اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسول ﷺ پر صاف صاف پہنچانے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔"

سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو گمان ہوتا ہے کہ یہ تکرار ہے لیکن دراصل یہ قرآن کا وہ اعجاز ہے جس کے آگے انسانی عقل دنگ اور حیران و ششدر رہے۔ دونوں آیات۔ مختلف سیاق و سباق میں آئی ہیں جس کے سبب وہ اطاعت رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں اور جہتوں کو نمایاں کرتی ہیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت کا سیاق کلام یہ ہے کہ اس سے پہلے اہل ایمان کو حلال و حرام سے متعلق چند احکام دیئے گئے۔ پھر قسموں کے کفارے کا ذکر کیا گیا اور پھر شراب اور جوئے کو قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا۔ یہ احکامات دینے کے اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور

واحْذرُوا کی بڑی تاکید کے ساتھ ان احکام کی خلاف ورزی کرنے سے روکا گیا ہے۔ گویا اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ کا رسول جس کام سے منع کرے انسان رک جائے اور پس و پیش سے کام نہ لے۔

لیکن التغابن کی آیت میں یہ حقیقت بتائی گئی کہ اس دنیا میں انسان کے لیے دکھ سکھ رہتے ہیں لیکن اللہ تعالی پر ایمان لانے سے بندے کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

نتیجہ بحث:

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم دیا گیا ہے۔ اطاعتِ رسول ﷺ کو صرف ایک مذہبی فریضہ کے طور پر نہیں بلکہ انسان کی روحانی اور دنیاوی کامیابی کے لیے ایک لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے اطاعتِ رسول کو اللہ کی اطاعت کے مترادف قرار دیا اور اس کا انکار گویا ایمان سے انحراف ہے۔ قرآن نے مختلف اسالیب میں اطاعت رسول ﷺ کے فوائد اور اس کی نافرمانی کے نقصانات کو تفصیل سے بیان کیا ہے، تاکہ مسلمانوں کو اس عظیم حقیقت کا ادراک ہو کہ رسول ﷺ کی تعلیمات اور سنت کی پیروی کے بغیر اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ مزید بر آں، اطاعتِ رسول ﷺ کے احکامات انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہیں، اور مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں رسول ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں فلاح پا سکیں۔ آخرت کی نجات کے لیے ایمان کے بعد اعمال صالحہ ضروری ہیں جو صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ انسان پر جیسے بھی حالات ہوں، مسرت یا عسرت ہر حال میں اطاعت رسول ﷺ کرے۔ حالات کو اللہ کی مشیت و رضا سمجھ کر قبول کرے۔ خوشی میں منہمک ہو کر اور مصیبت میں شکوے کر کے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے سے نہ نکلے۔ اور ہر شخص جان لے کہ نہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان و اطاعت کا محتاج ہے اور نہ اللہ کا رسول دست نگر ہے۔ اللہ کا کام اتمام حجت کرنا ہے اور رسول ﷺ کا کام پیغام پہنچانا ہے۔ کسی کو زبردستی مسلمان بنانا اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کے حوالے سے قرآن مجید میں جو شواہد و نظائر ملتے ہیں، وہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں رسول ﷺ کی اطاعت کو بیان کرنے میں مختلف اسالیب استعمال ہوئے ہیں جیسے ترغیب و ترہیب، شرطیہ، بیانیہ، سلبی وغیرہ، اس کے نتیجے میں انسان کے لیے وحی و رسالت کے عقیدے کو سمجھنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات

[1] النساء ۴:۵۹

[2] قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) تحقیق: احمد لابردونی، ابراهیم اطفیش،، ج: ۵، ص:۲۷۲، دارالکتب المصریة، القاهرة، الطبعة الثانیة، ۱۳۸۴ھ۔

[3] خالدی، صلاح عبد الفتاح، درد تصویبات و في فهم بعض الآیات، ص:۲۱۴، دار القلم ، دمشق، ۱۴۰۷ ھ ۔

[4] سید قطب، ابراهیم ، فی ظلال القرآن، ج:۲، ص:۶۹۰، دارالشروق، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

[5] رازی، فخر الدین، ابو عبداللہ محمد، مفاتیح الغیب، ج:۱۰، ص: ۱۱۲ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔

[6] آل عمران، ۳:۱۳۲

[7] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، محقق: احمد محمد شاکر، ج: ۷، ص: ۲۰۶ ، موسسة الرسالة، ۱۴۲۰ھ۔

[8] سید قطب، ابراهیم ، فی ظلال القرآن،، ج:۱، ص:۴۷۴،

[9] النساء ۴:۶۹

[10] النساء ۴:۸۰

[11] رازی، فخر الدین، ابو عبداللہ محمد، مفاتیح الغیب، ج:۱۰، ص: ۱۴۹۔

[12] ابن عاشور، محمد طاهر، التحریروالتنویر، ج:۵، ص:۱۳۲، الدارالتونسیة للنشر تونس، ۱۹۸۴ء۔

[13] الاحزاب، ۳۳:۲۱

[14] ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، محقق: سامی بن محمد سلامة، ج:۶، ص: ۳۹۱، دارطیبة للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ۔

اصفهانی، راغب، ابو القاسم، المفردات فی غریب القرآن، صفوان عدنان الداودي، ماده: أسو، دارالقلم، الدار الشامیة، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

[16] الحشر ۵۹:۷

[17] قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن ، ج: ۱۸، ص:۱۷۔

[18] الاحزاب ۳۳:۳۶

[19] ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، ج: ٦، ص: ۴۲۳۔

[20] النساء ۴:۱۴، ۱۳

[21] زحیلی، وهبة بن مصطفی، د، التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج، ج: ۴، ص:۲۸۶،، دارالفکر المعاصر، دمشق، ۱۴۱۸ھ۔

[22] الجن ۷۲: ۲۳

[23] **طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، محقق: احمد محمد شاکر، ج: ۲۳، ص: ۴۷۱، موسسة الرسالة،** ۱۴۲۰ھ۔

[24] محمد۴۷: ۳۳

[25] آل عمران ۳:۳۲

[26] **ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، ج: ۲، ص:۳۲**

[27] النساء ۴:۱۱۵

[28] **رازی، فخر الدین، ابو عبداللہ محمد، مفاتیح الغیب، ج:۱۱، ص: ۲۱۹**

[29] **المجادلة** ۵۸:۲۰

[30] المائده ۵:۹۲